بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

عربی زبان کی ترویج و اشاعت

عربی زبان میں لسانیاتی (فیلالوجیکل) اعتبار سے جو خوبیاں ہیں اُن سے قطع نظر تاریخی لحاظ سے اس زبان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اُس قوم کی مذہبی زبان ہے جو تعداد کے لحاظ سے آج دنیا کی سب سے بڑی قوم ہے۔ اور جس کی ہزار سالہ تاریخ شاندار تہذیبی و تمدنی، علمی و سیاسی کارناموں سے پُر ہے۔ اور جس نے آج کل کی اعلیٰ ترقی یافتہ قوموں کو علم اور تہذیب کی مشعل اُس وقت دکھائی جبکہ وہ قرنہا قرن سے جہالت ولاعلمی کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھیں۔ یہی زبان ہے جس نے یونان کے فلسفہ کو ایک مرتبہ فنا ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا۔ ہندوستان اور چین کی حکمت دیرینہ کو حیاتِ تازہ بخشی، کرۂ ارض کے نامعلوم گوشوں کا سُراغ لگا کر اہل عالم کو اُن سے روشناس کرایا۔ ماضی کے مٹے ہوئے تاریخی نقوش کو اُجاگر کیا۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ دنیا نے حق کا آخری پیغام مکمل اور کامیاب ترین انسانی زندگی کا نظامِ عمل، اخلاق و فضائل اعمال کا دستور اساسی پہلے پہل اسی زبان کے ذریعہ سُنا، اور ہدایت پائی، جس صدائے ربانی نے انسان کی عام اجتماعی زندگی کو ضلالت و گمراہی سے ہٹا کر رُشد وہدایت کی پُرامن شاہراہ پر چلنے کی دعوت دی وہ سب سے پہلے اسی زبان کے ذریعہ فضاءِ عالم میں نشر کی گئی۔ اپنوں کا

ذکر نہیں انصاف پسند اغیار وا جانب تک اس حقیقت کے معترف ہیں۔ پروفیسر اسٹانلے لین پول جو پہلے ڈبلن کی یونیورسٹی میں عربی زبان کے اُستاذ تھے اور جو کئی کتابوں کے مصنف ہیں لکھتے ہیں :-

"عربی زبان جو اپنے تمام لٹریچر کے ساتھ ارباب علم وتحقیق کے دلوں میں گھر کر چکی ہے، اور جس کی یہ محبوبیت اس بات کی کفیل ہے کہ وہ دنیا کی دوسری زندہ زبانوں کے ساتھ برابر زندہ رہیگی، اُس نے اس حیثیت سے انسانیت کی عظیم الشان خدمت انجام دی ہے کہ اُس نے علم کی پُرانی میراث کو اُس زمانہ میں محفوظ رکھنے کی کامیاب کوشش کی جبکہ مغرب جہالت ونادانی کی تاریکیوں میں گھرا ہوا تھا عربی زبان کی یہ ساحرانہ دلکشی اور اُس کے بولنے والوں کا علمی ذوق سے سرشار ہونا موجودہ علمی ترقیات کے سب سے قوی اسباب میں سے ہے۔"

پھر استقرا سے پتہ چلتا ہے کہ ہر زبان کی ترویج واشاعت کو اہل زبان کی تہذیب وتمدن اور اُن کی معاشرتی خصوصیات کے پھیلانے میں بڑا دخل ہوتا ہے۔ عرب جہاں کہیں گئے انہوں نے اُس ملک میں اپنی زبان ہی رائج نہیں کی، بلکہ زبان کے تغیر کے ساتھ ساتھ دوسری قوموں کی معاشرت، اور اُن کی تہذیب بھی خود بخود عربی تہذیب وتمدن کے قالب میں ڈھل گئی ہندوستان کا حال ہمارے سامنے ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ میں جب تک ہندوستان کی دفتری زبان فارسی رہی، خود انگریز مسلمانوں کی وضع قطع اختیار کرنے میں، اور اُن کا سا لباس پہننے میں فخر ومسرت محسوس کرتے تھے۔ مگر جب سے لارڈ میکالے کی اسکیم کے مطابق ہندوستان کی دفتری زبان انگریزی ہوئی ہے معاملہ بالکل برعکس ہوگیا ہے۔ اب شاید کسی انگریز کو ہندوستانی شیروانی یا پاجامہ پہننے کا تصور بھی نہیں آتا لیکن ہندوستانی روز بروز انگریزی معاشرت اور فرنگی تہذیب میں بے ادا غرق

ہوتے چلے جارہے ہیں۔ جسم کی ظاہری آرائش میں تغیر کے ساتھ ذہنیتوں میں جو انقلاب پیدا ہو گیا ہے اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہر شخص اس کا بیّن طور پر مشاہدہ کر رہا ہے لہٰذا بنا بریں ہم کو اچھی طرح یہ محسوس کر لینا چاہیے کہ عربی زبان کو علمی اور تاریخی لحاظ سے جو اہمیت حاصل ہے اس سے قطع نظر خود ہمارے اسلامی کلچر، اسلامی تہذیب، اور اسلامی روایات کا عربی زبان کے ساتھ تعلق بھی چولی دامن کا سا ہے، اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا کلچر محفوظ رہے۔ ہماری روایات زندہ رہیں اور ہماری زندگی میں اسلامیت کا عنصر نمایاں ہو، تو اس کے لیے ناگزیر ہے کہ ہندوستان میں عربی زبان کی ترویج و اشاعت، اور اس کی ترقی و تہذیب کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے۔ آپ اپنے بعض بچوں کو وہی اسلامی معلومات انگریزی زبان میں پڑھائیے، اور وہی معلومات دوسرے بچوں کو عربی زبان میں بتلائیے آپ دیکھینگے اثر کے لحاظ سے دونوں بچوں میں بڑا فرق پایا جائیگا۔ معلومات وہی ہیں لیکن آپ دیکھتے ہیں محض زبان کے فرق سے دونوں کی ذہنیتوں میں کتنا بُعد پیدا ہو جاتا ہے۔

لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ عربی زبان کی ترقی کا مسئلہ جس قدر اہم اور ہماری توجہات کا مستحق تھا، ہم نے اب تک اتنا ہی اُس سے اپنے تغافل اور بے پروائی کا عملاً ثبوت دیا ہے۔ یوں کہنے کو کہا جا سکتا ہے آج ہندوستان کے شہر شہر اور قریہ قریہ میں عربی کی ایک دو نہیں کئی کئی درسگاہیں قائم ہیں، جہاں جوق درجوق طلبا سات سات، آٹھ آٹھ سال علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم عربی زبان میں حاصل کرتے ہیں۔ پھر ان علوم میں عربی ادب کا بھی کافی حصہ ہوتا ہے، اور افصح العرب والعجم کا کلام بلاغت التیام بھی مکرر سہ کرر پڑھا جاتا ہے لیکن کوئی بتا سکتا ہے کہ ان ہزار در ہزار عربی پڑھنے والوں میں کتنے ایسے ہیں جن کو واقعی عربی زبان آتی ہے

کتنے ہیں جو عربی کا صحیح مذاق رکھتے ہوں، اُس میں تقریر کر سکتے ہوں، تحریر لکھ سکتے ہوں۔ انگریزی کالجوں میں بھی عربی پڑھائی جاتی ہے، لیکن اگر کالج کے طلبا، کو عربی نہیں آتی تو ہم کو اُن سے زیادہ شکوہ سنج ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کو عربی محض ضمنی طور پر پڑھائی جاتی ہے۔ البتہ اُن حضرات کی طرف سے کیا معذرت پیش کیجا سکتی ہے جو کئی کئی سال محض عربی میں تعلیم پاتے ہیں اور پھر بھی عربی کی ایک سطر صحیح لکھنے یا ایک جملہ بولنے کی بھی ان میں قدرت نہیں ہوتی۔ ہمیں اپنی اس کوتاہی کا احساس اُس وقت زیادہ ہوتا ہے، جبکہ مصر و شام کا کوئی عالم کسی عربی مدرسہ میں پہنچ جاتا ہے، اُس وقت ارباب مدرسہ کی حیرانی و پریشانی قابل دید ہوتی ہے، عام طلبا کا کیا ذکر! مدرسہ کے بڑے بڑے اساتذہ بھی اس مصری یا شامی مہمان سے عربی میں گفتگو کرتے ہیں تو بہت رُک رُک کر، اور ڈر ڈر کر، اور لطف یہ ہے کہ پھر بھی اکثر جملے زبان سے غلط نکل جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات ہندوستان کے علماء کی نسبت کوئی اچھا خیال لے کر واپس نہیں جاتے۔

عربی زبان و ادب کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا "میں نے چالیس ہزار درہم حدیث کی تعلیم پر خرچ کیے ہیں اور ساٹھ ہزار ادب پر، اور اے کاش، جو کچھ میں نے حدیث پر خرچ کیا ہے، وہ بھی ادب پر ہی خرچ کر دیتا" لوگوں نے پوچھا یہ کیوں؟ فرمایا "نصاریٰ صرف ایک تشدید کے کم کر دینے کی وجہ سے کافر ہوگئے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا "یا عیسیٰ انی وَلَدْتُکَ من عذراء بتول" (اے عیسیٰ میں نے تم کو ایک دنیا سے بے تعلق رہنے والی دوشیزہ سے پیدا کرایا ہے)، لیکن عیسائیوں نے وَلَدْتُکَ کے لام کی تشدید اڑا دی جس کی وجہ سے معنی

مجھ سے کچھ ہو گئے" اور کفر لازم آگیا"۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ چند آدمیوں کے پاس سے گذرے جو اُس وقت تیراندازی کی مشق کر رہے تھے۔ یہ لوگ نوآموز تھے۔ تیر ٹھیک نشانہ پر لگتا نہیں تھا حضرت عمرؓ کو یہ دیکھ کر غصہ آگیا۔ اور آپ نے اُن کو بُرا بھلا کہا ان لوگوں نے ازراہ معذرت کہا "اَنَا قوم متعلمین" ہم تو سیکھ رہے ہیں۔ "متعلمین" عربی قاعدہ کے اعتبار سے غلط تھا۔ اس لیے حضرت عمرؓ کو یہ سُن کر اور غصہ آگیا، اور آپ نے فرمایا۔

"بخدا تمہاری یہ لسانی غلطی مجھ پر تمہاری تیراندازی کی خطا سے زیادہ شاق ہے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود صحتِ زبان کا اتنا اہتمام تھا کہ آپ فرماتے تھے رحمَ اللّٰہُ امرءًا اَصلحَ مِنْ لسانِہٖ اللہ اُس شخص پر رحم کرے جس نے اپنی زبان کی اصلاح کر لی ہو۔

یاقوت حموی نے بعض فقہاء کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے "لوگوں سے محبت کرنا اللہ سے محبت کرنا ہے۔ اور دین درست نہیں ہوتا جب تک حیا نہ ہو، اور حیا بغیر عقل کے ہوتی نہیں۔ اور حیا، دین، اور عقل یہ تینوں چیزیں اُس وقت تک حاصل نہیں ہوتیں جب تک کہ ادب نہ ہو"۔ ظاہر ہے، اس ادب سے مُراد عربی کا ادب ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ صرف اس ادب کی ہی خصوصیت ہے کہ اس میں مہارت پیدا کرنے سے دین، حیا، اور عقل پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح کے مقولے کتابوں میں نظر سے گذرتے رہتے ہیں اور ہم انہیں پڑھتے پڑھاتے بھی ہیں لیکن صد حیف اس کے باوجود ہماری حالت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ اور ان بیشمار مدارس عربیہ کے باوجود جہاں تک عربی زبان و ادب کا تعلق ہے ہم اب بھی وہیں ہیں جہاں پہلے تھے۔ اکثریت کا حال تو یہی ہے، ورنہ شاذ و نادر اشخاص و افراد تو ہر جماعت میں ہوتے ہی ہیں۔

عربی مدارس کے وجود وبقا کی ضرورت واہمیت سے کس مسلمان کو انکار ہوسکتا ہے لیکن اگر ان مدارس میں عربی ادب کی صحیح تعلیم کا بھی انتظام ہوتا اور ان کے ذریعہ ملک میں عربی زبان کی ترویج واشاعت کا بھی کام انجام پا سکتا تو اس میں شبہ نہیں آج ہندوستان کے مسلمانوں کی وہ حالت نہ ہوتی جو آج ہے۔ اور نہ یہاں کے انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کو اسلام اور اسلامیات سے اتنا بُعد ہوتا جتنا کہ آج دیکھا جارہا ہے۔

خدا کا شکر ہے اب حالات میں کچھ تبدیلی پیدا ہوتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ ایک طرف تو بڑے بڑے مدارس عربیہ کے ارباب اختیار نے اصلاح نصابِ تعلیم کی ضرورت کو اچھی طرح محسوس کرلیا ہے۔ اور اگرچہ اب تک اُنہوں نے اس راہ میں کوئی مؤثر قدم نہیں اُٹھایا لیکن اگر اس ضرورت کا احساس اسی طرح قوی ہوتا رہا تو توقع ہے کہ ایک دن یہ عمل میں بھی آجائیگا۔ دوسری طرف وہ حضرات جو اگرچہ عربی مدارس کے سلسلہ سے وابستہ نہیں ہیں لیکن عربی کا شغف رکھتے ہیں۔ اُن میں بھی بیداری پیدا ہورہی ہے اور وہ کوشش کررہے ہیں کہ اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوئی راہ پیدا کرسکیں۔

اس سلسلہ میں یہ خبر مسرت کے ساتھ سُنی جائیگی کہ ملک کے نامور فاضل عربی ڈاکٹر داؤد پوتا۔ ایم اے، پی ایچ ڈی جو پہلے بمبئی کے کسی کالج میں عربی کے پروفیسر تھے اور اب سندھ کے ڈائرکٹر تعلیمات ہوکر چلے گئے ہیں اُنہوں نے محض عربی زبان کی ترویج واشاعت کے لئے سندھ میں ایک عربی یونیورسٹی قائم کرنے کی شاندار اسکیم تیار کی ہے ہم کو اب تک اس کی نسبت تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہوسکیں اس لیے سردست اس پر کوئی تفصیلی اظہارِ خیال نہیں کرسکتے۔ تفصیلات معلوم ہونے پر اس سلسلہ میں بعض مفید مشورے بھی پیش کرسکینگے۔ تاہم سندھ کو آب وہوا کی مماثلت اور عربوں کی ہندوستان میں آمد کے لحاظ سے عرب کے ملک سے جو نسبت خاص حاصل ہے اُس کے پیشِ نظر

توقع ہے کہ اگر اس اسکیم کو کامیاب بنانے کے لیے جد وجہد اور خلوص و استقامت سے کام لیا گیا تو یہ ضرور پھولے پھلیگی اور اس سے اسلامی کلچر کے تحفظ میں بڑی مدد ملیگی۔

ندوۃ المصنفین کی نئی کتابیں

خدا کا شکر ہے، جون سنہ کے ختم پر ندوۃ المصنفین کی زندگی کے دو سال خیریت و عافیت کے ساتھ پورے ہو جاتے ہیں۔ ادارہ نے پہلے سال میں چار کتابیں شائع کی تھیں، لیکن امسال اس کی طرف سے پانچ کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ پہلی کتاب "فہم قرآن" ہے جو بڑی تقطیع کے دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں تفصیل کے ساتھ اس پر بحث کی گئی ہے کہ قرآن مجید کی حقیقی مراد سمجھنے کے لیے صرف کسی اردو ترجمہ کا دیکھ لینا کافی ہے یا اس کے لیے چند علوم کا حاصل کرنا اور بعض اور شرائط و آداب کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ پھر اسی سلسلہ میں بسط و تفصیل کے ساتھ اس پر گفتگو کی گئی ہے کہ اگر حدیث کے تمام ذخیرہ کو ناقابل اعتبار قرار دے دیا جائے تو کیا اس وقت بھی قرآن کی صحیح مراد کسی اور ذریعے متعین ہو سکتی ہے؟ اس ذیل میں حدیث کے استناد و اعتبار اور اس سے متعلقہ بحثوں پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے۔ یہ کتاب شائع ہو چکی ہے قیمت غیر مجلد ہے مجلد سنہری عہ۔ دوسری کتاب "غلامان اسلام" ہے جس میں طبقہ وار اسّی ایسے منتخب محدثین و فقہا، اولیاء و صوفیاء اور ادباء و شعراء کے مستند اور تاریخی و تحقیقی سوانح حیات ہیں۔ جنھوں نے غلام ہونے کے باوجود شاندار علمی و عملی کارنامے کیے ہیں اور جن کو اُن کے فضل و کمال کی وجہ سے اسلامی سوسائٹی میں نہایت وقیع مرتبہ دیا گیا ہے۔ ضخامت پانسو صفحات سے زائد تقطیع کلاں۔ اس کتاب کے آخری اجزاء پریس میں ہیں۔ جون کے آخر تک مکمل ہو کر شائع ہو جائیگی۔

تیسری کتاب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاری کی تالیف منیف ہے اس کا نام "اخلاق اور فلسفۂ اخلاق" ہے۔ اس میں فلسفۂ اخلاق کی روشنی میں اخلاق کی تمام اقسام اور پھر اسلامی اخلاق کی جزئیات و تفصیلات ایک خاص انداز سے شرح و بسط سے بیان کی گئی ہیں۔ یہ کتاب پریس میں ہے جولائی کے ختم تک شائع ہو جائیگی تقطیع کلاں ضخامت ۵۰۰ صفحات۔

چوتھی کتاب "نبی عربی" ہے جس کو مولانا قاضی زین العابدین صاحب سجاد میرٹھی نے مرتب کیا۔ نہایت شستہ اور عام فہم زبان میں بچوں اور بچیوں اور متوسط طبقہ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مستند و معتبر سوانح طیبہ اختصار مگر جامعیت کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ ندوۃ المصنفین بچوں کے لیے جو تاریخ اسلام کا ایک مجموعہ تیار کرنا چاہتا ہے۔ یہ کتاب اسی سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔ ضخامت ۱۶۰ صفحات قیمت ۱۲ر مجلد سنہری عہ یہ کتاب بھی شائع ہو چکی ہے۔

پانچویں کتاب بیگم صاحبہ مولانا عزیز گل صاحب کی "صراط مستقیم" (The Balanced way) انگریزی کتاب ہے۔ ضخامت تقریباً ۸۰ صفحات پریس سے عنقریب آنیوالی ہے۔ خدا کا شکر ہے امسال بھی جگہ سخت پریشان کن حالات کے باوجود ادارہ کتابت و طباعت اور کاغذ کے اپنے قائم کردہ معیار کو برقرار رکھنے میں پوری طرح کامیاب رہا۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔